فرمانِ رسول ﷺ سے تحفظِ ناموسِ رسول ﷺ

مرتب: ..... محمد عثمان عارف

معاونت: ..... مولانا اسماعیل

ٹائٹل ڈیزائنگ: ..... محمد صفتِ الٰہی

انرڈیزائنگ: ..... محمد کفیل

پروجیکٹ: ..... اساس انسٹیٹیوٹ

ASSAS INSTITUTE
124- Hameed Nizami Road, Abid market, Mozang, Lahore

+92 334 93 63 518
www.assasedu.com
@assasinstitute
assasinstitute

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، نبینا محمد ﷺ، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت، تعظیم اور ادب ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ قرآنِ مجید نے آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کو اہلِ ایمان کی کامیابی کا سبب قرار دیا ہے، جبکہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کو نہایت سنگین جرم اور عظیم گناہ بتایا ہے۔ اسی لیے محدثین، فقہاء اور ائمۂ امت نے اس مسئلے پر مستقل ابواب اور کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں متعلقہ نصوص اور ان کے فقہی مباحث کو جمع کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتابچے میں ان احادیثِ مبارکہ کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین ایک جگہ پر ان روایات کا مطالعہ کر سکیں، ان کے ذریعے اس مسئلے کی شرعی اہمیت کو سمجھیں، اور اس موضوع پر اصل مصادرِ حدیث سے واقف ہوں۔

یہ مجموعہ کسی شخص یا گروہ کے لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی ترغیب نہیں دیتا، بلکہ اس کا مقصد محض احادیثِ نبویہ کی جمع و تدوین اور علمی مطالعہ ہے۔ کسی بھی شرعی یا قانونی حکم کے نفاذ کا اختیار متعلقہ مجاز اتھارٹی اور اسلامی اصولِ قضا کے مطابق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، اسے دینِ اسلام اور محبتِ رسول ﷺ کے فروغ کا ذریعہ بنائے، اور ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی سچی محبت، کامل اتباع اور ادب و تعظیم پر ہمیشہ قائم رکھے۔

وما توفیقي الا باللہ، علیہ توکلت والیہ أنیب۔



:

فرمانِ رسول ﷺ
سے
تحفظِ ناموسِ رسول ﷺ

پہلی دلیل:

گستاخ یہودیہ کا انجام

اس حدیث کو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، کہ ایک یہودی عورت نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا دبایا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی، نبی اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر جن روایت سے استدلال کیا ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے وہ بحوالہ جریر از مغیرہ از شعبی نقل کرتے ہیں کہ ایک نابینا مسلمان ایک یہودی عورت کے پاس آیا کرتا تھا وہ اسے کھانا کھلاتی اور حسنِ سلوک سے پیش آتی تھی، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور گالی گلوچ سے کام لے کر آپ کو اذیت دیتی تھی، ایک رات اس اندھے شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا تو اس کی موت واقع ہوگئی، جب صبح ہوئی تو اس وقوعہ کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں ہوا آپ ﷺ نے لوگوں کو قسم دے کر دریافت فرمایا (کہ اس کو کس نے قتل کیا) تو اس نابینا شخص نے کھڑے ہو کر حقیقت حال بیان کی، جس پر حضور نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔

احکام حدیث:

یہ حدیث اس یہودی عورت کے قتل کے جائز ہونے کی نص ہے کیونکہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا۔ یہ گستاخ ذمی کے قتل کی دلیل ہے۔

مسلمان مرد یا مسلمان عورت جب گالی دے کر توہین رسالت کے مرتکب ہوں تو ان کا قتل تو بطریق اولی جائز ہے وجہ یہ ہے کہ وہ یہودی عورت معاہدہ صلح میں شامل تھی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ میں

تشریف لائے تو آپ نے وہاں کے تمام یہودیوں سے مطلقاً معاہدہ صلح کیا تھا اور ان پر جزیہ نافذ نہ کیا تھا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 81۔

دوسری دلیل:

گستاخ باندی

اس حدیث کو اسماعیل بن جعفر نے بحوالہ اسرائیل از عثمان الشحام از عکرمہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا، کہ ایک اندھے شخص کی ایک اُم ولد لونڈی تھی جو سول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں بے ہودہ گوئی کرتی تھی۔ وہ اسے منع کرتا مگر وہ باز نہ آتی تھی، وہ اسے ڈانٹتا تھا مگر وہ رکتی تھی ایک رات بارگاہ رسالت میں دریدہ دہنی کرنے لگی تو اس اندھے نے بھالا لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اوپر سے دبا کر اس کو قتل کر دیا، جب صبح ہوئی تو اس کا ذکر بارگاہ رسالت میں ہوا تو حضور نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے اس عورت کو قتل کیا کہ وہ کھڑا ہو جائے یہ سن کر وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آپ کے پاس آیا اور بیٹھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! اسے میں نے قتل کیا ہے، وہ حضور کو گالیاں دیتی تھی، میں اسے منع کرتا تو وہ باز نہ آتی تھی اور ڈانٹ ڈپٹ کا اثر بھی نہ لیتی تھی، میرے اس سے دو خوبصورت بیٹے ہیں، وہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات جب آپ کو گالیاں دینے لگی تو میں نے بھالا لے کر اس کے پیٹ میں اتار دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ. (ابو داؤد، نسائی)

ترجمہ: تم گواہ ہو جاؤ کہ اس کا خون ہدر (رائیگاں) ہے۔

حدیث میں آلہ قتل کے لیے لفظ مغول استعمال ہوا جو مشمل کے مشابہ ہے اور مشمل چھوٹی تلوار اور خنجر کو کہتے ہیں، اس کا پر بہت باریک ہوتا ہے یہ خطابی کا قول ہے، دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ یہ باریک تلوار ہے جس کی چھوٹی سی دستی ہوتی ہے جبکہ مشمل خنجر ہے اور اسے مشمل اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کو لپیٹ کر چھپا لیتا ہے اور مغول کا اشتقاق "غاله الشی واغتاله" سے ہے یعنی کسی پر بے خبری میں حملہ کر دینا۔

یہاں ایک اشکال ہے کہ اگر وہ عورت مرتد ہوتی اور اسلام سے نکل کر کوئی اور دین اختیار کر چکی ہوتی تو اس کا مالک عرصہ دراز تک اسے اس حالت میں نہیں رکھ سکتا تھا کہ صرف گالیوں سے روکنے پر اکتفاء کرتا، بلکہ اس سے تجدید اسلام کا مطالبہ کرتا خصوصاً جبکہ اس سے وظیفہ زوجیت بھی پورا کرتا، اس لیے کہ مرتد عورت سے مجامعت جائز نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس کی حالت میں تبدیلی نہیں آئی تھی اور وہ بدستور اپنے دین پر قائم تھی، اور اس کے شوہر نے بھی کافرہ یا مرتدہ ہونے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی گالیوں کا تذکرہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس سے سب وشتم کے علاوہ کچھ سرزد نہ ہوا تھا اور نہ ہی اس نے ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا تھا۔

یہ بات واضح ہے کہ وہ عورت یا تو اس کی منکوحہ بیوی تھی یا مملوکہ لونڈی، دونوں صورتوں میں اگر اس کو قتل کرنا جائز نہ ہوتا تو حضور فرما دیتے کہ اسے قتل کرنا حرام تھا اور اس کا خون معصوم تھا پھر معصوم الدم کو قتل کرنے کے جرم میں کفارہ واجب فرماتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے اور رائیگاں وہ خون ہے جس کا دیت کفارہ نہیں ہوتا نہ اس پر قصاص لیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ عورت ذمیہ ہونے کے باوجود مباح الدم تھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ گالی دینے کے سبب اس کا خون مباح ہو گیا اور حضور نے اس واقعہ کو سننے کے بعد اس کا خون رائیگاں قرار دیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے قتل واجب ہو جاتا ہے اور یقہ اس معامہ میں بالکل واضح اور ظاہر ہے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 88۔

تیسری دلیل

کعب بن اشرف یہودی

ابن ابی اولیس بطریق ابراہیم بن جعفر بن محمد بن مسلمہ روایت کرتے ہیں کہ کعب بن اشرف نے نبی اکرم ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ سے جنگ نہیں کرے گا نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کرے گا اس کے باوجود وہ (مشرکوں سے سازباز کے لیے) مکہ مکرمہ گیا پھر مدینہ منورہ آکر علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے لگا وہ پہلا شخص تھا جس نے عہد شکنی کی اور ہجویہ اشعار کہے، ایک شعر میں کہتا ہے

أَذَاهِبٌ أَنْتَ لَمْ تَحلل بِمَرْفَنَةٍ

وَتَارِكٌ أَنْتَ امَّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ

اس پر نبی اکرم ﷺ نے اس کے قتل کی ترغیب دی یہ روایت ابن ابی اولیس سے محفوظ ہے اسے خطابی وغیرہ ائمہ نے نقل کیا امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں (عربی لفظ) خزع کا معنی عہد شکنی ہے خزع کا ایک معنی کٹنا بھی ہے اس سے خزاعہ کا نام پڑا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے کٹ کر مکہ مکرمہ جا بسے تھے، پہلے معنی کے لحاظ سے تقدیر کلام یوں ہوگی کہ کعب پہلا شخص تھا جس نے حضور سے عہد شکنی کی دوسرے معنی پر وہ پہلا شخص تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو گوئی کی۔

اہل مغازی اور اہلِ تفسیر مثلاً محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ کعب بن اشرف نے دیگر یہود مدینہ کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، وہ بنو طے کا شخص تھا اس کی ماں بنو نضیر سے تعلق رکھتی تھی، جب اہلِ مکہ غزوہ بدر میں قتل ہوئے تو اس پر بہت گراں گزرا، مکہ جا کر اہل قریش سے تعزیت کی اور مقتولوں کے مرثیے کہے اور دین جاہلیت کی دین اسلام پر فضیلت ثابت کی تو اس کے معاملہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (51)

کیا تم نے نہیں دیکھا ان (بدبختوں) کو جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا وہ جبت و طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کافر اہل ایمان سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔[1]

کعب بن اشرف جب مدینہ لوٹا تو اپنے اشعار سے نبی اکرم ﷺ کی ہجو گوئی کرنے لگا اور مسلمانوں کی عورتوں پر عشق و محبت کے جھوٹے الزام لگا کر انہیں اذیت دینے لگا تو تنگ آ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟

ہمیں کعب بن اشرف کے اس شر سے کون بچائے گا؟

اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ (محمد بن اسحاق نے اس کے قتل کا قصہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔)

واقدی بحوالہ ابراہیم بن جعفر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کعب کے قتل کے بعد یہودیوں اور ان کے طرفدار مشرکوں پر دہشت طاری ہوگئی، انہوں نے صبح ہوتے ہی بارگاہ رسالت میں آ کر کہا:

"ہمارے سردار پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا گیا اور اسے بے گناہ دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہمیں اس کے کسی جرم کی خبر نہیں۔"

یہ سن کر حضور نے فرمایا اگر وہ دوسرے یہودیوں کی طرح معاہدہ کی پاسداری کرتا تو کوئی اسے دھوکے سے قتل نہ کرتا لیکن اس نے ہمیں اذیت دی اور اشعار کے ذریعے ہماری ہجو گوئی کی اور تم میں سے جو بھی ایسی حرکت کرے گا وہ تہ تیغ کیا جائے گا۔ اس کے بعد حضور نے انہیں ایک تحریری معاہدے کی دعوت دی کہ آئندہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کریں گے چنانچہ رملہ بنت حارث کے گھر میں ایک دستاویز پر دستخط ہوئے اس کے بعد یہودی حذر کرنے لگے اور کعب بن اشرف کے قتل کے بعد خوف اور ذلت میں مبتلا ہو گئے۔)

امام شافعی آلام رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یا آپ کے قرب میں اہل کتاب کا کوئی مشرک نہ تھا سوائے مدینہ کے یہودیوں کے، وہ انصار کے حلیف تھے، اور سب انصار نے حضور کی مدینہ تشریف لانے کے آغاز میں اسلام لانے پر اتفاق نہیں کیا تھا، چنانچہ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر لیا اور

(1) (النساء:۵۱)

اپنی زبانی یا عملی عداوت کا اظہار نہ کیا یہاں تک کہ بدر کا معرکہ بپا ہوا، اس وقت انہوں نے دشمنی ظاہر کی اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا جس کی پاداش میں حضور نے انہیں تہ تیغ کیا، اور یہ معلوم و مشہور ہے کہ اس سے امام شافعی کی مراد کعب بن اشرف کا قتل ہے۔

یہ قصہ بہت مشہور و معروف ہے جسے عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ.

کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگاتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا۔

میں یا رسول اللہ! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ فرمایا ہاں، عرض کیا اگر اجازت دیں تو میں کچھ اس سے بات کروں، فرمایا کرو، اس کے بعد محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ طلب کرتا ہے اور اس نے ہمیں تکلیف میں ڈال رکھا ہے، یہ سن کر کعب نے کہا بخدا تم اس سے زیادہ تکلیف اٹھاؤ گے، کہا ہم اس کی اتباع کر چکے اور برا سمجھتے ہیں کہ اسے چھوڑ دیں، دیکھتے ہیں کہ معاہدہ کیا صورت اختیار کرتا ہے پھر کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ قرض دے دو، اس نے کہا اس کے عوض کیا چیز رہن رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم اپنی عورتیں رہن رکھ دو، کہا تم عرب کے خوبصورت شخص ہو ہم اپنی عورتیں کسی طرح تمہارے پاس رہن رکھ سکیں گے؟ کہنے لگا پھر اپنے بیٹے رہن رکھ دو، جواب دیا اس سے ہمارے بیٹوں کو گالی دی جائے گی کہ تمہیں تو دو وسق کھجوروں کے بدلے رہن رکھا گیا، (یہ باعث شرمندگی ہوگا) البتہ ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ گروی رکھنے کو تیار ہیں، کہا ٹھیک ہے اس کے بعد مسلمہ سے وعدہ لیا کہ وہ اسلحہ لے آئیں گے، چنانچہ وہ عبس بن جبر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہیں ساتھ لیا اور کعب کے پاس چلے، وہاں پہنچ کر رات کی تاریکی میں اسے آواز دی تو وہ (قلعے سے) نیچے آنے لگا اس کی بیوی نے کہا (کہاں جاتے ہو مجھے تو خونی آواز سنائی دے رہی ہے، کہا، (فکر کی بات نہیں) یہ محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے، عزت مند اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جائے تو وہ اسے قبول کرتا ہے، ادھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا پھر جب میں اسے قابو میں لے لوں تو تم اسے قتل کر دینا، چنانچہ جب وہ نیچے آیا تو خوشبو سے معطر تھا محمد بن مسلمہ نے کہا (بہت عمدہ خوشبو ہے) ایسی خوشبو تو ہم نے کبھی نہیں سونگھی، کعب نے کہا ہاں میرے عقد زوجیت میں عرب کی سب سے زیادہ حسین اور معطر عورت ہے محمد نے کہا کیا مجھے سونگھنے کی اجازت دو گے؟ کہا، ہاں سونگھ لو، تو اٹھ کر خوشبو سونگھی پھر کہا کیا دوبارہ سونگھ سکتا ہوں؟ جواب دیا، ہاں اجازت ہے؟ چنانچہ جب اس کا سر اچھی طرح قابو میں لے لیا تو ساتھیوں سے کہا آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دو پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔[1]

حکم :

اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل قائم کی کہ ذمی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو واجب القتل ہو گا اور اس کا عہدِ ذمہ ختم ہو جائے گا کعب بن اشرف یہودی کا یہی معاملہ ہے امام خطابی کہتے ہیں:

> ”امام شافعی نے فرمایا ذمی جب بارگاہ رسالت میں دریدہ دہنی سے کام لے گا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کا عہدِ ذمہ ختم ہو جائے گا آپ نے اس سلسلہ میں کعب بن اشرف یہودی کے واقعے سے استدلال کیا۔“

کعب بن اشرف کا قتل کب ہوا ؟

واقدی نے یہ بھی ذکر کیا کہ کعب ماہ ربیع الآخر تین ہجری میں قتل ہوا اور غزوہ بنی قینقاع اس سے پہلے شوال سن دو ہجری میں، جنگ بدر کے ایک ماہ بعد وقوع پذیر ہوا۔[2]

---

(1) (متفق علیہ)

(2) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 90۔

چوتھی دلیل

حدیث علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابَهُ جُلِدَ

ترجمہ: جو کسی نبی کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور جو اس کے اصحاب کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں۔

اس حدیث کو ابو محمد خلال اور ابو القاسم ارجی نے روایت کیا نیز ابو ذر مہروی نے اسے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا۔

مَنْ سَبَّ نِبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِي فَاجْلِدُوْهُ.

جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو میرے اصحاب کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 109۔

پانچویں دلیل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گستاخ

ابو داؤد اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مطرف سے اور وہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا تو آپ نے ایک شخص پر غصہ کیا، اس نے بھی جوابا سخت کلامی کی، اس پر میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن ماردوں، ابو برزہ کہتے ہیں میری اس بات سے حضرت ابو بکر صدیق بھی اللہ کا غصہ فرد ہو گیا اور وہ اٹھ کر اندر چلے گئے پھر مجھے بلا بھیجا، اور پوچھا ابھی تو نے کیا کہا تھا، میں نے جواب دیا کہ میں نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی فرمایا کیا واقعی تو اس کو قتل کر دیتا اگر میں حکم دیتا عرض کیا:

"ہاں" فرمایا نہیں اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ کسی شخص کا منصب نہیں (کہ اس کی گستاخی پر آدمی کو قتل کر دیا جائے)"[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 110۔

چھٹی دلیل

عصماء بنت مروان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خطمہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو کہی آپ نے فرمایا:

مَنْ لِی بِهَا ؟

میری طرف سے کون اس کا حساب بے باک کرتا ہے؟

تو بنی خطمہ کے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ کام میں کروں گا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر اس عورت کو قتل کر دیا پھر نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا

لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ

اس میں دو بکریوں کے سر بھی نہیں ٹکرائیں گے۔

بعض اہل مغازی نے اس کے قصہ کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے واقدی بحوالہ عبد اللہ من حارث بن فضیل کہتے ہیں۔ عصماء بنت مروان امیہ بن زید کی نسل سے تھی اور یزید بن زید خطمی کے عقد نکاح میں تھی وہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتی اور اسلام پر طعن کرتی تھی اور آپ ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی رہتی تھی، اس کے اشعار ہیں۔

فجاست بنی مالك والنبیت	وعوف وباست بنی الخزرج
اطعتم اقادی من غیر کم	فلا من موادولا مذحج

ترجونه بعد قتل الدووس　　كما ترتجى مرق المنضج

عمیر بن عدی خطمی کو عصماء کے گستاخانہ اشعار اور لوگوں کو بھڑکانے کی اطلاع ہوئی تو کہا اے اللہ! مجھ پر نذر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو میں اس عورت کو قتل کر دوں گا حضور ﷺ اس وقت بدر کے مقام پر تھے، پھر جب آپ لوٹ کر مدینہ شریف آ گئے تو ایک رات عمیر خطمی اس عورت کے گھر داخل ہوئے، اس وقت اس کے بچے اس کے آس پاس سوئے ہوئے تھے، ایک شیر خوار بچہ اس کے سینے پر تھا، ہاتھ سے ٹوہ کر دیکھا تو بچہ دودھ پی رہا تھا، اسے الگ کیا پھر تلوار اس کے سینے پر رکھ دی یہاں تک بیٹھ کی جانب سے نکل گئی پھر چپکے سے نکل گئے یہاں تک کہ حضور کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب حضور نے سلام پھیرا تو عمیر پر نظر پڑی، فرمایا تو نے بنت مردان کو قتل کر دیا ؟عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، عمیر کو اندیشہ تھا کہ اس کے قتل کے متعلق حضور کی رائے اور نہ ہو اس لیے پوچھا یارسول اللہ کیا اس معاملہ میں مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ فرمایا (کچھ نہیں ہو گا)

لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ

اس میں دو بکریوں کے سر بھی نہیں ٹکرائیں گے۔

یہ کلمہ (محاورہ) پہلی بار حضور اقدس کی زبان پاک سے سنا گیا۔ عمیر کہتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ نے ارد گرد بیٹھنے والوں کی طرف توجہ کر کے فرمایا جب تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی غیبی مدد کی تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس نابینا شخص کو دیکھو جو رات کے اندھیرے میں طاعت الٰہی کے لیے چلتا ہے، فرمایا اسے نابینا نہ کہو اس کی بصیرت کی آنکھ کھلی ہے۔

جب عمیر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت سے لوٹے تو دیکھا کہ مقتولہ کے بیٹے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کو دفن کر رہے ہیں، وہ عمیر کو دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھے اور پوچھا عمیر تو نے اس عورت کو قتل کیا ہے؟

کہا "ہاں" جو کرنا ہے کر لو اور مجھے مہلت نہ دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم سب اس گستاخی کے مرتکب ہوئے جو اس نے کی تھی تو میں اس تلوار کے ساتھ ماروں گا یہاں تک کہ قتل ہو

جاؤں گا یا تمہیں قتل کر دوں گا، یہ پہلا دن تھا کہ بنو خطمہ میں اسلام کا اعلان عام ہوا اس سے پہلے اس قوم کے کچھ افراد چوری چھپے اسلام قبول کر کے اسے پوشیدہ رکھتے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن حارث نے مجھے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار سنائے جو انہوں نے عمیر بن عدی کی مدح میں کہے تھے۔ وہ اشعار حسب ذیل ہیں:

بنی وائل وبنی واقف	وخطمة دون بنی الخزرج
متی ما ادعت اختکم ویحها	بعولتها والمنایا تجی
فهزت فتی ماجدا عرقه	کریم المداخل والمخرج
فضرجها من بخیع الدما	قبیل الصباح ولم تخرج
فادرده الله بزد الحنا	ن، جذلان فی نعمة الموج

عبد اللہ بن حارث اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں عصماء کا قتل پچیس رمضان کو ہوا، اس وقت حضور بدر سے واپس تشریف لا چکے تھے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 111۔

ساتویں دلیل

ابو عفک یہودی

ابو عفک کب قتل ہوا؟

واقدی بحوالہ ابن رقش کہتے ہیں کہ ابو عفک ہجرت مدینہ کے بیس ماہ بعد شوال میں قتل ہوا، یہ واقعہ ابن اشرف کے قتل سے پہلے کا ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معاہد جب سب وشتم کا اظہار کرے تو نقض عہد کا مرتکب ہوگا، اسے دھوکے سے قتل کیا جاسکتا ہے۔

حدیث مبارکہ: قصہ ابو عفک یہودی

اس قصہ کو اہلِ مغازی اور علمائے سیرت نے نقل کیا، واقدی کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک بہت بوڑھا شخص ابو عفک یہودی تھا نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، وہ نبی اکرم ﷺ کی دشمنی پر لوگوں کو اکساتا تھا، اور دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ جب بدر کی طرف نکلے اور جنگ میں فتح یاب ہوئے تو ابو عفک حسد سے جلنے لگا اور بغاوت پر آمادہ ہوگیا، اس نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ایک گستاخانہ قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

فیسلبھم أَمْرَھُمْ رَاکِبٌ حَرَامًا حَلالاً لشتی معا

اس کی اس شرارت پر حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھ پر یہ "نذر لازم ہے کہ ابو عفک کو قتل کر دوں یا اس کام کی انجام دہی میں جان دے دوں۔"

پھر موقع کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ گرمیوں کی ایک رات جبکہ ابو عفک صحن میں سویا ہوا تھا، حضرت سالم نے آکر تلوار اس کے جگر پر رکھ دی جو اس کے بدن کو چیر کر زمین پر جالگی اس سے دشمن خدا چلا اٹھا، لوگ اس کی چیخ سن کر آگئے اور اسے مردہ حالت میں دیکھ کر کہنے لگے اس کو کس نے قتل کیا؟ بخدا ہمیں اس کے قاتل کا علم ہوجائے تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔

حکم:

محمد بن سعد نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ وہ یہودی تھا، اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مدینہ منورہ کے سارے یہودی "معاہدین" تھے پھر جب اس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کی تو اس کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 120۔

آٹھویں دلیل

انس بن زنیم دیلی

یہ واقعہ اہلِ سیرت کے نزدیک مشہور ہے اسے ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ مؤرخین نے نقل کیا۔

واقدی کہتے ہیں، مجھے عبداللہ بن عمرو بن زہیر نے بتایا کہ خزاعہ اور کنانہ کے درمیان آخری معاملہ یہ ہوا کہ انس بن زنیم دیلی نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو کہی جسے خزاعہ کے ایک غلام نے سن لیا اور حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا انس اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں اپنا زخم دکھایا جس کی وجہ سے آتش شرارت بھڑک اٹھی اور بنو بکر بنو خزاعہ سے خون کا مطالبہ کرنے لگے۔

واقدی کہتے ہیں مجھے حرام بن ہشام بن خالد کعبی نے بتایا کہ عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ہمرکاب نبی اکرم ﷺ سے مدد حاصل کرنے کے لیے اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت سے آگاہ کرنے کے لیے نکلا، واقدی نے یہ قصہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور وہ قصیدہ بھی لکھا ہے جس کا پہلا مصرعہ ہے:

لَاهُمَّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا

اے اللہ میں محمد ﷺ کو (قدیم عہد) یاد دلاتا ہوں۔

جب اہلِ وفد ماجرا سنا کر فارغ ہوئے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول! انس بن زنیم نے آپ ﷺ کی ہجو کہی ہے، سن کر حضور نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا جب یہ بات انس بن زنیم کو پہنچی تو عذر خواہی کے لیے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اور اپنا مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں:

أَنْتَ الَّذِي تُهْدَى مَعَدٌّ بِأَمْرِهِ بَلِ اللهُ يَهْدِيهَا وَقَالَ لَكَ أَشْهَدِ

آپ ہی ہستی ہیں جن کے دین کے ذریعے بنو معد کو ہدایت ملتی ہے بلکہ اللہ انہیں ہدایت

دیتا ہے اور آپ سے فرمایا کہ گواہ رہیے۔

فَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَّاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا اَبَرَّ وَأَوْفَى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدٍ

کسی اونٹنی نے محمد ﷺ سے زیادہ نیکو کار اور عہد ذمہ پورا کرنے والا نہیں اٹھایا۔

تَعَلَّمْ رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ مُدْرِكِي وَأَنَّ وَعِيدًا مِنْكَ كَالْأَخْذِ بِالْيَدِ

یارسول اللہ آپ سمجھ لیجئے کہ میں آپ سے نکل کر کہیں جا نہیں سکتا اور آپ کی وعید گویا ہاتھ کی سخت گرفت ہے۔

تَعَلَّمْ رَسُولَ اللهِ أَنَّكَ قَادِرٌ عَلَى كُلِّ سَكْنٍ مِّنْ تِهَامٍ وَمُنْجِدِ

آپ ذہن شریف میں رکھئے کہ آپ ان تمام گھروں پر، جو نشیبی علاقوں میں ہیں یا بلند علاقوں میں، قدرت رکھتے ہیں۔

وَنُبِّيَ رَسُولُ اللهِ إِنِّي هَجَوْتُهُ فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ إِذَا يَدِي

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں نے آپ کی ہجو کی ہے، (یہ غلط ہے) اگر ایسا ہو تو میرا ہاتھ میرے کوڑے کو نہ اٹھائے۔

سَوَى أَنَّنِي قَدْ قُلْتُ يَا وَيْحَ فِتْيَةٍ أَصِيبُوا بِنَحْسٍ يَوْمَ طَلْقٍ وَاسْعُدِ

ہاں میں نے ضرور کہا کہ ان نوجوانوں پر افسوس جو بدبختی میں مارے گئے، آزادی اور سعادتمندی کے ساتھ نہیں۔

اسی قصیدہ میں وہ کہتا ہے۔

فَإِنِّي لَا عِرْضًا خَرَقْتُ وَلَا دَمًا هَرَقْتُ فَفِكِّرْ عَالِمَ الْحَقِّ وَاقْصِدِ

جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے کسی کی عزت خراب نہیں کی نہ کسی کا خون بہایا، آپ حقیقت کی دنیا پر غور کیجئے اور راہ اعتدال اختیار کیجئے۔

واقدی کہتے ہیں، یہ قصیدہ مجھے حرام نے پڑھ کر سنایا۔

نبی اکرم ﷺ تک اس کا قصیدہ اور اس کا عذر پہنچا نیز نوفل بن معاویہ دیلی نے اس کے متعلق حضور ﷺ سے گفتگو کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! سب لوگوں سے زیادہ عفو درگزر سے کام لینا آپ ہی کے شایانِ شان ہے، ہم میں سے کون ہے جس نے آپ کے ساتھ دشمنی نہیں کی اور آپ ﷺ کو اذیت نہیں دی؟ ہمیں تو ایام جاہلیت میں یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کیا اختیار کرنا ہے اور کیا ترک کرنا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کے وسیلہ سے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، اور ہمیں ہلاکت سے بچالیا، اہل وفد نے اس کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا اور بہت باتیں کیں فرمایا اہل وفد کا ذکر چھوڑو، ہم نے تہامہ میں کسی رشتہ دار یا دور کے شخص کو نہیں پایا جو بنو خزاعہ سے زیادہ نیکو کار ہو، اس طرح آپ نے نوفل کو خاموش کر دیا جب وہ چپ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے انس بن زنیم کو معاف کر دیا یہ سن کر نوفل بولا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

حکم:

اس معاہد یہودی نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو کی تو اسے بنی خزاعہ کے ایک شخص نے زخمی کر دیا، بعد میں نبی اکرم ﷺ کو اس ہجو گوئی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا جبکہ کسی اور کا خون رائیگاں قرار نہیں دیا، اگر ان کے علم میں ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ کی ہجو گوئی موجب انتقام نہیں تو وہ اس کی اطلاع حضور کو نہ دیتے اس شخص کی طرف سے ہجو گوئی حالتِ معاہدہ میں تھی اس کے باوجود حضور نے اس کا خون رائیگاں ٹھہرایا، یہ اس معاملہ میں نص ہے کہ وہ معاہد جو حضور کی ہجو گوئی کرتا ہے مباح الدم ہے۔

نوفل ان متکبرین کا سرغنہ تھا جنہوں نے خزاعہ سے دشمنی اختیار کر کے انہیں قتل کیا انہوں نے قریش کی اعانت کی جس کے باعث قریش اور بنو بکر کا معاہدہ ٹوٹ گیا، پھر فتحِ مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اس شخص کے حق میں سفارش کرنے لگا جس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کی اس سے معلوم ہوا کہ ہجو گوئی قتال کے ذریعے نقضِ عہد سے زیادہ سنگین جرم ہے، اس طرح کہ جب کوئی قوم قتال کی وجہ سے عہد شکنی کرے اور دوسری قوم ہجو گوئی کرے، پھر دونوں گروہ اسلام قبول کر لیں تو قتال کرنے والے گروہ کا خون معصوم ٹھہرے گا جبکہ ہجو گو گروہ سے انتقام لینا جائز ہو گا۔

اس استنباط کی توضیح اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو بکر جنہوں نے عہد شکنی کی، کے کسی فرد کا خون رائیگاں قرار نہیں دیا، جبکہ بنو خزاعہ کے اس شخص کا خون رائیگاں ٹھہرایا یہاں تک کہ اس نے اسلام

قبول کیا اور معذرت خواہی کی، باوجود یکہ اس کے (قبیلے کے) ساتھ امن اور صلح کا معاہدہ تھا، جزیہ اور ذمہ کا معاہدہ تھا، اور امن کا معاہدہ کرنے والا اپنے ملک میں دین و دنیا کے متعلق جو منکر اقوال و افعال چاہے ظاہر کرے (اس پر گرفت نہیں) اور جب تک بالفعل جنگ نہ کرے عہد شکنی نہ ہو گی، اس سے ظاہر ہوا کہ ہجو گوئی یعنی (توہین آمیز کلمات) جنگ کے مترادف ہیں بلکہ اس سے سنگین ہیں اور ہجو گو شخص کا کوئی "عہدِ ذمہ" نہیں۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 120۔

نویں دلیل

عبداللہ بن ابی سرح

نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا اور کتابت وحی پر متعین ہوا تھا پھر ارتداد اختیار کر کے مشرک ہو گیا اور مکہ مکرمہ چلا گیا، وہ کہا کرتا تھا میں وحی خداوندی میں جیسا چاہوں گا تصرف کروں گا، محمد (رسول اللہ) مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں ان کے لیے وحی لکھوں تو میں کہتا ہوں، یہ وحی اس طرح ہے تو وہ کہتے ہیں ہاں اس طرح ہے اس کی صورت یہ تھی کہ حضور ﷺ فرماتے علیم حلیم، تو وہ کہتا کیا عزیز حکیم لکھ دوں؟ تو حضور جواب میں فرماتے "دونوں کلمات یکساں ہیں۔"

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مجھے شرجیل بن سعد نے بتایا کہ آیت کریمہ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ أَنْزَلَ اللهُ

اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی من گھڑت بات کی نسبت کرے یا دعوی کرے اس کی طرف وحی آتی ہے جبکہ اس کی طرف کچھ وحی نہ آئی ہو یا کہے میں ابھی ایسی وحی اتارتا ہوں جیسے اللہ نے وحی اتاری۔[1]

حدیث:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے وہاں کے تمام باشندوں کو امن کی ضمانت دی سوائے چار افراد کے، اور فرمایا ان چاروں کو یا ان چاروں کو قتل کر دو خواہ انہیں کعبہ شریف کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہوئے پاؤ، یہ چار ہیں۔ عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن اخطل، مقیس بن حبابہ

(1) (الانعام:۹۳)

اور عبد اللہ بن ابی سرح۔

عبد اللہ بن اخطل کعبہ شریف کے پردوں میں چھپا ہوا پایا گیا تو سعید بن حارث رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس کی طرف دوڑے مگر سعید جوان آدمی تھے وہ عمار سے آگے نکل گئے، اور اسے قتل کر دیا۔

مقیس بن حبابہ کو لوگوں نے بازار میں جالیا اور اسے تہ تیغ کر دیا، جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے وہ سمندری سفر پر نکل کھڑا ہوا سمندر میں طوفان آیا تو اہل کشتی نے کہا

> اخلاص سے کام لو، یہ تمہارے دیوتا تمہارے کام نہ آئیں گے، اس پر عکرمہ نے کہا بخدا اگر سمندر میں اخلاص نجات دیتا ہے تو خشکی پر بھی اس کے سوا کوئی چیز بچا نہیں سکتی، اے اللہ میرا تیرے ساتھ عہد ہے کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے بچالے گا تو محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ میں انہیں بہت زیادہ معاف کرنے والا اور کرم والا پاتا ہوں۔ اس کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

واقدی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ عبد اللہ بن ابی سرح کاتب وہی تھا، بعض اوقات حضور اسے سمیع علیم املاء کراتے تو وہ علیم حکیم لکھ دیتا، پھر حضور اسے پڑھ کر سناتے تو وہ کہتا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا اور پڑھ کر سناتا اس طرح فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا، وہ یہ بھی کہا کرتا کہ محمد کو اپنے کلام کا پتہ نہیں چلتا میں تو اس کے لیے اپنی مرضی کے مطابق کتابت کرتا ہوں۔ میں لکھتا ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے جس طرح محمد (ﷺ) کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

بعد ازاں وہ مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ بھاگ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا، فتح مکہ کے دن وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ وہ ان کا رضاعی بھائی تھا، کہنے لگا، میرے بھائی بخدا میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں، مجھے یہاں اپنے ہاں پناہ دیجئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر میرے متعلق بات کیجئے کیونکہ اگر محمد (ﷺ) نے مجھے دیکھ لیا تو مجھے قتل کر دیں گے، میرا جرم بہت بڑا ہے اب میں تائب ہو کر آیا ہوں، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بلکہ تم میرے ساتھ چلو، عبد اللہ نے کہا بخدا اگر مجھے دیکھ لیں گے تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے، اور مجھے مہلت نہ دیں گے۔ کیونکہ آپ نے میرا خون رائیگاں قرار دے رکھا ہے اور آپ کے ساتھی مجھے ہر جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں، حضرت عثمان نے فرمایا نہیں میرے ساتھ چلو وہ انشاء اللہ تم کو قتل نہیں کریں گے، مگر حضور انور ﷺ نے ارادہ ترک نہ فرمایا، جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبد اللہ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ رسالت

میں کھڑے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کر کے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی ماں مجھے اٹھاتی تھی جبکہ یہ اس کے ساتھ چلتا تھا، وہ مجھے دودھ پلاتی تھی جبکہ اسے دودھ سے دور رکھتی تھی اور میری طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتی تھی جبکہ اس کی پروانہ کرتی تھی، پس میرے واسطے اسے معاف فرمادیجئے مگر حضور ﷺ نے رخ انور پھیر لیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بار بار اس مطالبے پر اصرار کیا اور حضور بار بار اعراض فرماتے رہے اور اس اعراض کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص اٹھ کر اس کی گردن اڑادے کیونکہ آپ نے اس کو امان نہیں دی تھی، جب آپ صلی ہم نے دیکھا کہ کوئی اس کام کے لیے نہیں اٹھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جھک کر آپ کے سر اقدس کو چوم رہے ہیں اور درخواست کر رہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! اس کی بیعت قبول فرمائیے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

تو آپ نے فرمایا "ہاں" پھر اپنے اصحاب کی طرف رخ انور کر کے فرمایا تمہیں کس چیز نے روک رکھا تھا؟ کہ کوئی شخص اٹھ کر نافرمان کتے کا کام تمام کر دیتا، یہ سن کر عباد بن بشر نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہیں فرمایا معبود برحق کی قسم میں تو ہر طرف سے آپ کے گوشہ چشم کو دیکھ رہا تھا کہ آپ مجھے اشارہ فرمائیں اور میں اس کی گردن مار دوں، ایک قول یہ ہے کہ یہ بات ابو الیسر نے کی تھی ایک اور روایت ہے کہ یہ قول حضرت عمر بن خطاب کا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا » میں اشارہ کے ساتھ قتل نہیں کیا کرتا۔ «ایک اور روایت ہے کہ حضور نے اس دن فرمایا

"نبی خیانت نظر سے کام نہیں لیتا۔"

حکم:

اس میں دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا مرتد کے جرم سے بڑا جرم ہے۔ پھر گستاخ کے بارگاہ رسالت میں تائب ہو کر اور مسلمان ہو کر آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کا اس کے خون کو مباح قرار دینا اور یہ ارشاد فرمانا» کہ تم نے اسے قتل کیوں نہیں کیا اور اس کے بعد معاف کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ کو قتل کرنا، اسے معاف کر دینا اور اس کے خون کو معصوم ٹھہرانا دراصل نبی اکرم ﷺ کا حق ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ کو قتل کرنا ضروری ہے خواہ تائب ہو کر اسلام کی طرف لوٹ آئے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 123۔

دسویں دلیل

نصرانی کاتب

صحیح بخاری میں بحوالہ عبد العزیز بن صہیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نصرانی شخص نے اسلام قبول کر کے سورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لی، وہ نبی اکرم ﷺ کے لیے کتابت کرتا تھا، بعد ازاں مرتد ہو کر پھر نصرانی بن گیا، وہ کہتا تھا:

محمد کو کچھ پتہ نہیں، سوائے اس کے جو میں اسے لکھ کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اسے اس گستاخی کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا تو لوگوں نے اسے دفن کیا (مگر زمین نے اسے قبول نہ کیا) جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہے، اس پر عیسائیوں نے کہا یہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کا کارنامہ ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھود کر اسے باہر ڈال دیا چنانچہ دوبارہ گڑھا کھودا اور اسے اس میں دفن کیا، مگر صبح کے وقت دیکھا کہ اس دفعہ بھی زمین نے اسے قبول نہیں کیا چنانچہ اسے باہر ہی کہیں پھینک دیا۔

امام مسلم بحوالہ سلیمان بن مغیرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ بونجار کا ایک شخص سورہ بقرہ اور آل عمران کی تعلیم حاصل کر چکا، وہ کاتب وحی مقرر ہوا بعد ازاں بھاگ کر اہلِ کتاب سے جاملا، تو انہوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا کہ یہ شخص محمد (ﷺ) کا کاتب ہے جو انہیں بہت پسند آیا، پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی، لوگوں نے گڑھا کھود کر اس کو اس میں دبا دیا جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اسے باہر پھینک دیا، دوبارہ گڑھا کھودا اور اسے دفن کیا تو اس بار بھی زمین نے اس کو قبول نہ کیا، تو انہوں نے اسے باہر ہی پڑا رہنے دیا۔

اس ملعون نے افتراء کیا تھا کہ "محمد ﷺ کو وہی کچھ پتہ ہے جو میں اسے لکھ کر دیتا ہوں"

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیٹھ توڑ دی، اسے رسوا کیا، اسے دفن کے بعد قبر سے باہر پھینکوا دیا، یہ معاملہ خارقِ عادت ہے جو اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس کی گستاخی کی سزا تھی اور یہ کہ وہ جھوٹا تھا، کیونکہ عام مردوں کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا، اور یہ جرم ارتداد کے جرم سے بڑا ہے کیونکہ عام مرتدین مرتے ہیں تو ان کا ایسا حشر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اپنے رسول کا انتقام لیتا ہے جو حضور کی ذات پر طعن کرتے ہیں اور آپ کو گالی دیتے ہیں، وہ دین حق کو غالب کرتا اور جھوٹے کو رسوا کرتا ہے کیونکہ ایسے معاملے میں لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ ایسے گستاخ پر حد جاری کر دیں۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 129۔

گیارہویں دلیل

حدیث قینتین

اس کی دو باندیاں تھی جو بد کار عورتیں تھیں، وہ ہجو رسول ﷺ میں شعر کہتا اور اپنی باندیوں کو گانے کا حکم دیتا، اس طرح مشرکین ابن اخطل اور اس کی باندیوں کے پاس آتے اور مل کر شراب پیتے پھر وہ باندیاں ہجو پر مشتمل اشعار گاتی تھیں۔

عمرو بن ہاشم کی باندی، سارہ مکہ کی ایک نوحہ خواں عورت تھی جس کو ہجو رسول کے اشعار پیش کئے جاتے تو وہ گا کر سناتی۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور کچھ دینے کا مطالبہ کیا اور اپنی حاجت کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا

"کیا تیرے لیے وہ کچھ کافی نہیں جو تجھے گلوکاری اور نوحہ خوانی سے حاصل ہوتا ہے؟"

کہنے لگی جب سے قریش کے سردار بدر میں قتل ہوئے قریش نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے اس پر احسان کرتے ہوئے ایک اونٹ سامان خورد و نوش کا عطا فرمایا واپس قریش کے پاس گئی تو اپنے دین شرک پر قائم رہی، نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا چنانچہ وہ اس روز قتل کر دی گئی جہاں تک تعلق ہے ابن اخطل کی دو باندیوں کا نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، پس ان میں سے ایک ارنب یا قریبہ قتل ہو گئی جبکہ فرتنی کے لیے امان طلب کی گئی یہاں تک کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

حدیث مبارکہ

اموی کہتے ہیں مجھے اپنے باپ نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے عہد لیا کہ وہ کچھ مردوں اور عورتوں کو قتل کریں گے، اور فرمایا

إِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ تَحْتَ أَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَاقْتُلُوهُمْ

اگر تم انہیں کعبہ شریف کے پردوں کے نیچے بھی پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

حدیث مبارکہ:

واقدی اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں (مکہ میں فاتحانہ دخول کے وقت) نبی اکرم ﷺ نے قتال سے منع فرمایا البتہ چھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا پھر ان کے نام بتائے ان میں ابنِ اخطل، سارہ، ابن اخطل کی دو باندیاں فرتنی اور قریبہ بروایت دیگر فرتنی اور ارنب شامل تھی۔ (1)

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 136۔

بارہویں دلیل

ابن اخطل

بعض علماء نے مسئلہ زیر بحث پر ابن اخطل کے قصہ سے استدلال کیا ہے صحیحین میں بحوالہ امام زہری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

> نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے سر اقدس پر مغفر (خود) تھا، جب آپ نے اتارا تو اس شخص نے آکر عرض کیا، ابن اخطل کعبہ شریف کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، فرمایا "اسے قتل کر دو"

یہ روایت درجہ شہرت تک پہنچی ہوئی ہے، علماء نے اسے نقل کر کے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضور ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا، اور یہ کہ اسے قتل کیا گیا۔

اس سے پہلے حضرت ابن مسیّب کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت ابو برزہ ابنِ اخطل کے پاس پہنچے، وہ کعبہ شریف کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا تھا تو انہوں نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ واقدی نے حضرت ابو برزہ سے اس طرح نقل کیا، ان کا بیان ہے کہ آیۃ کریمہ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (1) وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (2)

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔

میں نے اسے کعبہ شریف کے پردوں سے نکالا اور رکن اور مقام کے درمیان اس کی گردن مار دی۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ ابن اخطل مکہ شریف کے بالائی حصہ سے لوہے میں غرق آیا، پھر نکل کر خندمہ پہاڑ کی طرف گیا، اور مسلمانوں کی سپاہ اور جنگ کا مشاہدہ کیا، اس سے اس پر رعب طاری ہو گیا یہاں تک کہ اس کا لرزہ

ختم نہیں ہوتا تھا۔ پھر کعبہ شریف کی طرف چلا، وہاں گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنے ہتھیار پھینک کر کعبہ شریف کے اندر داخل ہو گیا اور پردوں میں چھپ گیا۔

قبل ازیں اہل مغازی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقات کا عامل مقرر فرمایا اور اس کے ساتھ ایک شخص بھیجا جو اس کی خدمت بجالاتا تھا۔ اس کے بروقت کھانا نہ تیار کرنے کی وجہ سے طیش میں آ گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ بوجہ خوف قتل مرتد ہو گیا اور صدقات کے جانور بھی ہانک کر لے گیا، مزید برآں وہ حضور ﷺ کی شان میں ہجو یہ اشعار کہتا اور اپنی باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا تھا، پس یہ ہیں اس کے تین جرائم جو اس کے خون کو مباح قرار دیتے ہیں (یعنی) اقتل نفس ۲۰- ارتداد ۳۔ اور ہجو گوئی۔

اس قصہ سے استدلال کرنے والے علماء کہتے ہیں کہ ابن اخطل قتل نفس کے بدلے میں قتل نہیں ہوا، کیونکہ بے گناہ قتل کرنے مرتد ہو جانے کی زیادہ سے زیادہ یہی سزا ہے کہ اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے، جبکہ اس کے ہاتھوں قتل ہونے والے شخص کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا جس کے اولیاء موجود تھے اگر اس کے قتل کا حکم قصاص کے طور پر ہوتا تو اسے مقتول کے اولیاء کے حوالے کیا جاتا، پھر وہ چاہتے تو اسے قتل کر دیتے یا معاف کر دیتے یا پھر دیت لے کر چھوڑ دیتے۔

اسے مجرد ارتداد کی وجہ سے بھی قتل نہیں کیا گیا کیونکہ مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، وہ مہلت مانگے تو اسے مہلت دی جاتی ہے جبکہ ابن اخطل کی تو یہ حالت تھی کہ وہ بیت اللہ شریف کی پناہ لینے کے لیے بھاگا۔ اس نے امان کی خواستگاری کی، قتال ترک کیا اور اسلحہ پھینک دیا تاکہ حضور اس کے معاملہ میں غور فرمائیں، مگر نبی اکرم ﷺ نے ان تمام حقائق سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا یہ مجرد ارتداد کی بنیاد پر قتل کرنے کا انداز نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اس کے قتل میں اس قدر سختی دراصل گستاخانہ کلمات اور ہجو کی وجہ سے تھی۔

گستاخ اگرچہ ارتداد بھی اختیار کرے تو وہ مرتد محض نہیں، اسے مطالبہ توبہ سے پہلے قتل کر دیا جائے اور قتل میں تاخیر نہ کی جائے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ توبہ کے بعد اسے (گستاخ کو) قتل کرنا جائز ہے۔

حکم:

فقہاء کی ایک جماعت نے ابن اخطل کے قصہ سے یہ دلیل لی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جائے خواہ تجدید اسلام کرے۔

ان فقہاء کے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ابن اخطل حربی تھا اس وجہ سے مارا گیا، مگر صحیح یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور علمائے سیرت کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، اسے توبہ کے مطالبہ کے بغیر قتل کیا گیا حالانکہ اس نے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا اور قیدی کی طرح پیغام صلح دے دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد اور گستاخی کے مرتکب کو بلا استتابہ (توبہ کا مطالبہ کئے بغیر) قتل کر دیا جائے بخلاف اس شخص کے جو صرف ارتداد کا مرتکب ہو۔

اس استنباط کی تائید حضور کے اس طرزِ عمل سے ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے عظیم موقع پر تمام محاربین کو امان عطا فرمائی سوائے ان چند افراد کے جن کے جرائم خاص نوعیت کے تھے۔ ابن اخطل بھی انہی میں شامل تھا حضور نے جن کا خون رائیگاں ٹھہرایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ مجرد کفر اور حراب کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا [1]۔

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 144۔

تیرھویں دلیل

ابن الزبعری

نبی اکرم ﷺ نے ایک گروہ کو گستاخی کے جرم میں قتل کرنے کا حکم دیا جبکہ ایک گروہ کو بالفعل قتل کیا گیا ، حالانکہ ان کی طرح دیگر حربی کافروں کو کچھ نہیں کہا گیا۔ قبل ازیں حضرت ابن المسیّب سے نقل کیا جا چکا کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز ابن زبعری کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

> ”جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس ہو کر مدینہ شریف آئے تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمٰی نے اپنے بھائی کعب بن زیر کو خبر دیتے ہوئے لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ان لوگوں کو قتل کرا دیا جنہوں نے آپ کی ہجو کی اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی، اور قریش کے شعراء میں سے ابن زبعری اور ہبیرہ بن وہب بچ گئے وہ ادھر ادھر بھاگ گئے۔“

اس روایت میں وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر اس شاعر کو قتل کرنے کا حکم دیا جو بارگاہ رسالت میں گستاخی اور اذیت کا مرتکب ہوتا تھا، مثلاً ابن زبعری وغیرہ۔

ابن الزبعری:

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ابن زبعری کا یہی جرم تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شدید زبانی عداوت رکھتا تھا، وہ بہت بڑا شاعر تھا اور ہجو گوئی میں شعرائے اسلام مثلاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرتا تھا، دیگر جرائم میں بہت سے قریش اس کے برابر یا اس سے بڑھے ہوئے تھے۔

ابن زبعری نجران کی طرف بھاگ گیا تھا پھر مسلمان ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا حالانکہ توبہ اور عذر خواہی میں اس نے بہترین اشعار کہے تھے، باوجود یکہ حضور نے دیگر تمام

اہل مکہ کو امان عطا فرمائی سوائے اس شخص کے جس کا جرم ابن زبعری کے جرم جیسا تھا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 145۔

چودھویں دلیل

ابو سفیان ابن حارث

جن لوگوں کا خون رائیگاں قرار دیا گیا ان میں ایک ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب بھی تھا، اس کی ہجو گوئی، پھر بارگاہِ رسالت میں مسلمان ہو کر آنے اور حضور انور ﷺ کا اس سے بے رخی فرمانے کا قصہ بہت مشہور ہے۔

> "ابوسفیان بن حارث نبی اکرم ﷺ کا رضاعی بھائی تھا، حضرت حلیمہ سعدیہ نے اسے چند روز دودھ پلایا، وہ آپ ﷺ کا ہم عمر اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والا تھا مگر جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ کا بدترین دشمن بن گیا، اسی وجہ سے وہ شعب ابی طالب میں محصور بھی نہ ہوا تھا، وہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہتا رہتا تھا۔"

واقدی آگے چل کر کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کی عظمت راسخ کر دی تو کہنے لگا اب میں کس کا ساتھ دوں؟ اسلام تو اپنے قدم جما چکا ہے، اس کا بیان ہے کہ پھر بیوی بچوں کے پاس آیا اور کہا تیاری کرو اب بارگاہ رسالت میں حاضری کا وقت آ گیا ہے وہ کہنے لگے ہاں وہ گھڑی آ پہنچی ہے کہ تم محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت وحمایت کرو، عرب وعجم ان کی غلامی میں آ چکا ہے اور تم ان کی دشمنی میں بھاگ دوڑ کر رہے ہو، حالانکہ تمہارے لائق تو یہ تھا کہ سب لوگوں سے زیادہ تم ان کی مدد کرتے، میں نے اپنے لڑکے سے کہا، فوراً اونٹ اور گھوڑے تیار کرو۔

وہ کہتا ہے اس کے بعد ہم چل پڑے یہاں تک ابواء کے مقام پر پڑاؤ کیا ادھر رسول اللہ ﷺ کی بھی ابواء میں آمد تھی۔ تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں قتل نہ کر دیا جاؤں، کیونکہ حضور نے میرا خون ہدر قرار دے رکھا ہے،

پس جس صبح حضور ابواء میں تشریف فرما ہوئے میں نے اپنے بیٹے جعفر کو پیچھے آنے کے لیے کہا اور تقریباً ایک میل چلے کہ لوگوں کے گروہ در گروہ آنے لگے، میں صحابہ کرام کے خوف سے ایک طرف ہٹ گیا، پھر جب حضور انور ﷺ کا جلوس سامنے آیا تو اچانک حضور کے سامنے آ گیا، آپ ﷺ نے آنکھ بھر کر مجھے دیکھا پھر اعراض فرمالیا، میں پھر کر دوسری طرف سے آیا تو حضور نے پھر رخ انور پھیر لیا، جب ایسا کئی بار ہوا تو مجھے لوگوں نے اپنے نرغے میں لے لیا، میں نے دل ہی دل میں کہا، اب تو حضور تک رسائی سے پہلے مارا گیا، پھر حضور ﷺ کے احسانات رحمت اور رشتہ داری کو یاد کرنے لگا، مجھے ذرا بھی شک نہ تھا کہ میرے اسلام لانے سے حضور ﷺ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت خوشی ہوگی، کیونکہ میں حضور کا رشتہ دار تھا، مگر جب مسلمانوں نے مجھ سے حضور کی بے رخی دیکھی تو وہ سب بھی مجھ سے بے رخی کا مظاہرہ کرنے لگے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے منہ پھیر لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی وہ ایک انصاری کو میرے خلاف اکسا رہے تھے۔

جو میرے درپئے آزار ہو کر کہنے لگا اے دشمن خدا! تو تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دیتا تھا، اور دشمنی کی انتہاء کو پہنچ گیا تھا میں نے اپنا کچھ دفاع کرنے کی کوشش کی تو وہ دھینگا مشتی پر اتر آیا جس کی وجہ سے آواز بلند ہونے لگی، یہاں تک کہ اس نے مجھے لوگوں کے سامنے کھلونا بنالیا جس سے لوگ میرا ٹھٹھا بنانے لگے میں اپنے چچا عباس کے پاس آیا، میں نے کہا، عباس! مجھے تو امید تھی کہ حضور ﷺ میرے اسلام لانے سے خوش ہوں گے کیونکہ میں آپ کا رشتہ دار اور قبیلوی شرف کا حامل ہوں مگر میرا تو وہ حشر ہوا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس لیے میرے متعلق بات کیجئے تاکہ حضور راضی ہو جائیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں بخدا میں تو یہ حشر دیکھ لینے کے بعد تمہارے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ کیونکہ میں حضور کا بہت زیادہ احترام کرتا ہوں اور رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتا۔

میں نے کہا، چچا جان! پھر آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا معاملہ ایسا ہی ہے (جس طرح بیان کر چکا ہوں) پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے بات کی مگر انہوں نے بھی ٹکا سا جواب دے دیا۔

ابو سفیان کا بیان ہے: اس کے بعد میں نے نبی اکرم ﷺ کے پڑاؤ کے سامنے ڈیرہ ڈال لیا یہاں تک کہ آپ جحفہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت حالت یہ تھی کہ حضور مجھ سے کلام کرتے نہ مسلمانوں میں سے کوئی بات کرتا، پھر حضور جس مقام پر اترتے میں خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ جاتا اور میرا بیٹا جعفر میرے ساتھ ہوتا، مگر حضور

ﷺ مجھے اس حالت میں دیکھ کر رخ انور پھیر لیتے، یہ سلسلہ چلتا رہا تا آنکہ فتح مکہ کے وقت بھی میں اس لشکر میں شامل تھا جو حضور کے ہمرکاب تھا یہاں تک کہ آپ اذاخر کے مقام سے اتر کر ابطح میں تشریف فرما ہوئے، وہاں آپ ﷺ نے میری طرف کچھ لطف کی نظر سے دیکھا تو مجھے امید ہوئی کہ حضور تبسم فرمائیں گے اس وقت بنو عبد المطلب کی عورتیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، میری عورت بھی ان کے ساتھ اندر چلی گئی اور میرے متعلق آپ ﷺ کو نرم کرنے کی کوشش کرنے لگی، بعد ازاں آپ مسجد کی طرف نکلے میں بھی سائے کی طرح ساتھ تھا، یہاں تک کہ آپ بنو ہوازن کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت بھی ساتھ تھا، (یہاں واقدی نے ہوازن کے ساتھ رونما ہونے والے واقعے کا ذکر کیا جو کہ بہت مشہور قصہ ہے)

واقدی کہتے ہیں، میں نے ابوسفیان بن حارث کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ایک اور حوالے سے بھی سنا ہے، اس میں ابوسفیان نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ سے میری ملاقات ثنیتہ العقاب کے مقام پر ہوئی، پھر وہ واقعہ نقل کیا جو محمد بن اسحاق نے تحریر کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، ابوسفیان بن حارث اور عبد اللہ بن ابی امیہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ثنیتہ العقاب کے مقام پر حضور اقدس ﷺ سے ملے اور بازیابی کی درخواست کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان دونوں کی سفارش کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! یہ آپ کے چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں، میرے چچازاد (ابوسفیان) نے میری توہین کی جبکہ میرے پھوپھی زاد اور داماد نے مکہ مکرمہ میں مجھ سے انتہائی نامناسب اور ناسزا باتیں کہیں۔

جب ان دونوں کو نبی اکرم ﷺ کی اس گفتگو کی خبر پہنچی تو ابوسفیان جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، نے کہا، خدا کی قسم یا تو رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں گے یا میں بچے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں چلا جاؤں گا اور وہیں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو دل میں ان کے متعلق نرمی پیدا ہوئی اور اجازت عطا فرمائی پس وہ دونوں بارگاہِ رسالت میں بازیاب ہوئے، اور ابوسفیان نے اسلام لانے اور معذرت پیش کرنے کے لیے یہ اشعار پڑھے:

لعمرك انی یوم احمل رایة — لتقلب خیل اللات خیل محمد

لکالمدلج الحیران اظلم لیله — فهذا أوانی حین اهدی واهتدی

تیری زندگی کی قسم جس وقت میں کفر کا جھنڈا اٹھا کر اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ لات کے سپاہی محمد ﷺ کے سواروں پر غالب آجائیں تو اس وقت میں اس شخص کی مانند تھا جو گھپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے راستے پر لگا دیا گیا ہے اور میں راہ راست پر آ گیا ہوں۔

هَدَانِي هَادٍ غَيْرُ نَفْسِي وَدَلَّنِي عَلَى اللّٰهِ مَنْ طَرَدْتُ كُلَّ مُطَرَّدِ.

میرے نفس نے نہیں بلکہ ایک ہادی اور رہنما نے میری رہنمائی کی، جس کو میں دور کرتا تھا اسی نے مجھے اللہ سے ملا دیا۔

ابن اسحاق نے یہاں قصیدے کے دیگر اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

واقدی کی روایت میں ہے ابو سفیان اور عبد اللہ بن ابی امیہ دونوں نے بارگاہ رسالت میں باریابی کی اجازت مانگی مگر حضور ﷺ نے انکار کر دیا، اس معاملہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول ﷺ نے گفتگو کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ایک آپ کا داماد اور پھوپھی کا بیٹا ہے جبکہ دوسرا چچازاد اور رضاعی بھائی ہے اللہ تعالی انہیں مسلمان کر کے لایا ہے یہاں سے دھتکارے گئے تو کہیں سب لوگوں سے زیادہ بدبخت نہ ہوجائیں، فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں، تمہارے بھائی نے مکہ مکرمہ میں کہا تھا کہ اگر میں آسمان پر بھی چڑھ جاؤں تو وہ محمد پر ایمان نہیں لائے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ آپ کی قوم کا ایک فرد ہے، سب قریشیوں نے ایسی باتیں کی ہیں، اور ان کے بارے میں قرآن کی آیتیں بھی اتری ہیں، اور آپ نے ان سے بڑے مجرموں کو معاف بھی فرما دیا ہے یہ تو آپ کا چچازاد ہے آپ کی اس سے قریبی رشتہ داری ہے اس لیے سب لوگوں سے زیادہ آپ اس کے جرم کو معاف کر دینے کے حقدار ہیں، یہ سن کر حضور نے فرمایا اس نے میری ہتکِ عزت کی اس لیے مجھے ان کی ضرورت نہیں ،اس بات کی ان دونوں تک خبر پہنچی تو ابو سفیان نے کہا، یا تو حضور میری عذر خواہی قبول فرمائیں گے یا میں اپنے اس بیٹے جو میرے ساتھ ہے، کا ہاتھ پکڑ کر کہیں چلا جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا، یارسول اللہ آپ تو سب لوگوں سے زیادہ حلیم اور کریم ہیں، میرا آپ کے ساتھ خونی رشتہ بھی ہے»، رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو دل بھر آیا۔

عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا یا رسول اللہ! میں تو آپ کی تصدیق کی غرض سے آیا تھا، میرا آپ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ہے اور آپ میرے سسر بھی ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملہ میں سفارش کی تو ان دونوں کے لیے حضور کے دل میں نرمی پیدا ہوگئی چنانچہ آپ نے انہیں بارگاہِ رسالت میں حاضری کا اذن عطا فرمایا، تو انہوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا پھر ان کے اسلام میں حسن پیدا ہو گیا۔

عبد اللہ بن ابی امیہ طائف میں قتل ہوئے جبکہ ابوسفیان کا وصال مدینہ منورہ میں خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں ہوا، اس وقت ان پر کسی قسم کا طعن باقی نہ تھا، حالانکہ حضور ملاقات سے پہلے ان کا خون رائیگاں قرار دے چکے تھے۔

حکم:

قصہ مذکورہ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان بن حارث کا خون رائیگاں قرار دیا جبکہ دوسرے مشرک سرداروں کا جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے مدمقابل ہاتھ مال سے جد و جہد کی تھی، خون رائیگاں نہ ٹھہرایا اور مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوتے وقت ان کا خون بہانے کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ نرمی اور لطف و کرم سے انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے لگے، ابوسفیان کا خون رائیگاں قرار دینے کا بجز ہجو گوئی کے اور کوئی سبب نہ تھا۔ پھر جب مسلمان ہو کر آیا تو آپ نے اس سے شدید بے رخی کا اظہار فرمایا، حالانکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ دور کے لوگوں کو بھی محبت سے اسلام کی طرف مائل فرماتے تھے، پھر کیا وجہ تھی آپ نے ایک انتہائی قریبی رشتہ دار کو دھتکار دیا؟ اس کا ایک ہی سبب تھا کہ ابوسفیان نے آپ کی توہین کی تھی جیسا کہ حدیث میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 146۔

پندرہویں دلیل

حویرث بن نقید

اس دعوی کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز حویرث بن نقی کو قتل کرنے کا حکم دیا، یہ علمائے سیرت کے نزدیک بہت مشہور ہے، اسے موسیٰ بن عقبہ نے بحوالہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا، موسیٰ بن عقبہ کی مغازی اصح المغازی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے،

> جسے پسند ہو کہ غزوات قلمبند کرے وہ مرد صالح موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کی طرف رجوع کرے۔

موسیٰ بن عقبہ نے فرمایا:

> نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت حکم دیا کہ کسی سے تعرض نہ کیا جائے سوائے ان لوگوں کے جو مقابلہ کے لیے نکلیں، البتہ آپ نے چار آدمیوں کے قتل کا حکم دیا ان میں ایک حویرث بن نقید بھی تھا۔

سعد بن یحییٰ اموی اپنی مغازی میں لکھتے ہیں:

> مجھے میرے والد نے بتایا کہ محمد بن اسحاق نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے مسلمان سپاہیوں کو ذمہ داری سونپی کہ چند افراد کو قتل کر دیں خواہ کعبہ شریف کے پردوں کے نیچے چھپے ہوں، ان کے اسماء حسب ذیل ہیں عبد اللہ بن ابی سرح، عبد اللہ بن اخطل، حویرث بن نقید، مقیس بن حبابہ اور بنو تمیم کا ایک شخص۔

ابن اسحاق کہتے ہیں

مجھے ابوعبیدہ بن محمد بن عمار نے بتایا کہ وہ چھ تھے، پھر دو آدمیوں کے نام پوشیدہ رکھے اس کا خیال تھا کہ ان میں عکرمہ بن ابوجہل بھی تھا۔"

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

حویرث بن نقید کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا«، ابنِ اسحاق نے ابن بکیر اور دیگر مورخین کے حوالے سے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ جن چھ افراد کو نبی اکرم ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ کعبہ کے پردوں تلے چھپے ہوں ان میں ایک حویرث بن نقید بھی تھا یہ شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا۔

واقدی اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد قتل و غارت سے منع فرمادیا تھا سوائے چھ مردوں اور چار عورتوں کے، مردوں میں عکرمہ بن ابوجہل ہبار بن اسود، عبداللہ بن ابی سرح، مقیس بن حبابہ، حویرث بن نقید اور عبداللہ بن اخطل شامل تھے۔

حویرث بن نقید نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا اس لیے آپ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا، فتح مکہ کے روز اس نے دروازہ بند کرلیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے متعلق پوچھنے کے لیے تشریف لائے تو بتایا گیا کہ وہ جنگل میں ہے، پھر حویرث کو خبر ملی کہ اس کی تلاش ہو رہی ہے ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازے سے ہٹ کر اوٹ میں کھڑے ہو گئے، تو حویرث گھر سے بھاگنے کے لیے نکلا، آپ نے اسے جالیا اور قتل کر دیا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 149۔

سولھویں دلیل

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط

جب حضور ﷺ بدر سے مدینہ منورہ لوٹے تو نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا اور ان کے سوا بدر کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا، ان دونوں مقتولوں کا قصہ بھی بہت مشہور ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں

> بدر کے قیدیوں میں عقبہ ابن ابی معیط اور نضر بن حارث تھے، جب رسول اللہ ﷺ صفراء کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، پھر حضور چلے جب عرق طیبہ پر خیمہ زن ہوئے تو عقبہ بن ابی معیط کو ٹھکانے لگایا اسے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

موسیٰ بن عقبہ امام زہری سے نقل کرتے ہیں

> عقبہ بن ابی معیط کے علاوہ کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا گیا اسے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، جب اس نے عاصم کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو قریش کو مدد کے لیے پکارا، اور کہا اے گروہ قریش! میں تمہاری موجودگی میں کیونکر قتل کیا جا رہا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی کی وجہ سے۔

محمد بن عائذ نے مغازی میں یہ واقعہ اسی طرح ذکر کیا ہے صرف عقبہ کو باندھ کر قتل کرنے کا قول شاید اس وجہ سے ہے کہ اسے بدر کے قریب مقام صفراء میں قتل کیا گیا اس لیے اسے قیدیوں میں شمار نہیں کیا گیا، کیونکہ اس کا قتل قریش کی قتل گاہوں کے قریب ہوا و نہ اس میں اختلاف نہیں کہ نضر اور عقبہ دونوں قید ہونے کے بعد قتل

ہوئے۔

بزار حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

عقبہ بن ابی معیط نے قریش کو پکار کر کہا »اے گروہ قریش! مجھے تمہارے درمیان کیوں قتل کیا جارہا ہے؟ تو حضور نے فرمایا» تو نے رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں:

نضر بن حارث کو حضرت مقداد بن اسود نے قید کیا تھا، حضور جب بدر سے چل کر اثیل کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو قیدیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ ﷺ نے نصر بن حارث کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں میں قہر کی بجلیاں چمک رہی تھیں، اس نے اپنے ساتھ کے شخص سے کہا، محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے والے ہیں کیونکہ آپ نے میری طرف ایسی نظروں سے دیکھا ہے جس میں موت کے آثار جلوہ گر ہیں، اس شخص نے جواب دیا» بخدا یہ تو رعب کا اثر ہے« پھر نضر نے حضرت مصعب بن عمیر سے کہا مصعب! تم تو میرے بہت قریبی رشتہ دار ہو، اپنے آقا سے بات کرو کہ میرے ساتھ میرے ساتھیوں جیسا سلوک کریں واللہ آپ مجھے قتل کرنے والے ہیں»، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہتا تھا، کہنے لگا اے مصعب اگر میں قتل کر دیا گیا تو مجھے میرے ساتھیوں کی طرح کر دیں اگر ان پر احسان کریں تو مجھ پر بھی احسان کر دیں۔ حضرت مصعب نے فرمایا تو تو اصحاب رسول ﷺ کو ستایا کرتا تھا واقدی نے اس کے بعد پورا واقعہ لکھنے کے بعد بیان کیا، «کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باندھ کر تلوار سے قتل کر دیا۔

واقدی ہی کا بیان ہے کہ

قریش کے قیدی عرق طبیہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کے حضور پیش کئے گئے، تو آپ ﷺ نے عاصم بن ثابت کو حکم دیا کہ عقبہ بن ابی معیط کی گردن مار دیں، اس پر عقبہ چلانے لگا اور کہنے لگا، ہائے میری بربادی مجھے کیوں قتل کیا جارہا ہے؟ اے قریش تمہارے سامنے

ایسا ہو رہا ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، »تیری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے «کہا اے محمد! (ﷺ) آپ کا احسان کرنا افضل ہے، میرے ساتھ میری قوم کے لوگوں کی طرح سلوک کریں اگر انہیں قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں اور اگر ان پر احسان کرتے ہیں تو مجھ پر احسان فرمایئے، اور اگر ان سے فدیہ قبول کرتے ہیں تو میں بھی ان کی مانند ہوں، اے محمد! (ﷺ) میری بچی کا کون کفیل ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا «آگ» پھر حکم دیا عاصم! آگے بڑھ کر اس کی گردن مار دو" چنانچہ عاصم بن ثابت نے اس کا سر اڑا دیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، »تو بہت برا آدمی تھا «بخدا میرے علم میں تجھ سے بڑھ کر کوئی کافر جو اللہ تعالیٰ اس کی کتاب اور اس کے رسول کا منکر ہو، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو زیادہ اذیت دینے والا نہیں، میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں جس نے تجھے قتل کیا اور تیرے قتل سے میری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

قصہ نضر و عقبہ سے استدلال کی وجہ:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں نفر بن حارث کے متعلق جو آیات نازل ہوئیں وہ مشہور و معروف ہیں، ابن ابی معیط کا زبان اور ہاتھ سے اذیت دینے کا معاملہ بھی بہت مشہور ہے اس بدبخت نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کے ارادے سے آپ کی ردائے مبارک کھینچ کر گلا گھوٹنے کی کوشش کی نیز حالت سجدہ میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اوجھڑی ڈال دی، اس طرح کی اس کی اور بھی حرکتیں تھیں،

اسی اذیت ناک طرز عمل اور ہرزہ سرائی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد قریش اور دیگر قبائل عرب کے گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 151۔

ستر ہویں دلیل

کعب بن زہیر

اموی کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے بحوالہ ابن اسحاق بتایا، یونس بن بکیر اور بکائی وغیرہ علمائے مغازی نے بھی ابن اسحاق سے نقل کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوہ طائف کے بعد مدینہ شریف لوٹے تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمی نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھا اور خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ان گستاخوں کے قتل کا حکم صادر فرمادیا ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو اذیت دی اور ہجو کی، یونس اور بکائی کے الفاظ ہیں کہ

نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ان افراد کو قتل کرادیا ہے جو آپ ﷺ کی ہجو گوئی کرتے اور آپ کو اذیت دیتے تھے، اب شعرائے قریش میں سے ابن زبعری اور ھبیرہ بن ابی وھب باقی ہیں جو راہ فرار اختیار کر چکے ہیں، اگر تم (خلاصی کی) خواہش رکھتے ہو تو اڑ کر بارگاہ رسالت میں پہنچو، کیونکہ حضور اس شخص کو قتل نہیں کرتے جو تائب ہو کر آپ کی خدمتِ اقدس میں آجائے، اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنے بچنے کی تدبیر کرو اور جہاں پناہ ملے چلے جاؤ، اس سے پہلے کعب نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق حسب ذیل توہین آمیز اشعار کہے تھے۔

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً ... فَهَلْ لَكَ فِيمَا قُلْتَ وَيْحَكَ هَلْ لَكَا

لِتُخْبِرَنِي إِنْ كُنْتَ لَسْتَ بِفَاعِلٍ ... عَلَى أَيِّ شَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ دَلَّكَا

عَلَى خُلُقٍ لَمْ تُلْفِ يَوْمًا أَبَالَهُ ... عَلَيْهِ ، وَلَمْ تَعْرِفْ عَلَيْهِ أَبَالِكَا

فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَلَسْتَ بِفَاعِلٍ ... وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ لَكَا

سَقَاكَ بِهَا الْمَأْمُونُ كَأْسًا رَوِيَّةً ... فَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

ترجمہ اشعار: میری طرف سے بجیر کو پیغام پہنچادو اور پوچھو جو کچھ تو نے کہا کیا وہ تیری ہی بات ہے؟ مجھے بتا کر اگر تو اپنے قدیم دین پر نہیں رہنا چاہتا تو تجھے اس کے علاوہ دین پر کس

چیز نے رہنمائی کی ایسے طرزِ عمل کی طرف، اگر تو ایسا نہیں کرنا چاہتا تو میں افسوس کا اظہار نہیں کرتا اور کچھ نہیں کہتا اگر تو ٹھوکر کھائے تو اللہ تجھے معاف کرے تجھے مامون (امین محمد) نے اس کا پیالہ خوب سیراب کر کے پلایا ہے اور بار بار پلایا ہے۔

کعب نے نبی اکرم ﷺ کو ان اشعار میں مامون اس لیے کہا کہ قریش آپ ﷺ کو "امین" کے لقب سے پکارتے تھے۔ جب کعب کو اپنے بھائی کا خط ملا تو اس پر زمین تنگ ہو گئی اسے جان کے لالے پڑ گئے، اور اس کے دشمنوں نے اس کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کر دیں وہ کہنے لگے

"کعب اب قتل ہو جائے گا"

جب اسے کوئی چارہ کار نہ رہا تو نبی اکرم ﷺ کی مدح و توصیف پر مشتمل ایک قصیدہ کہا، جس میں اپنے خوف اور دشمنوں کی چہ مگوئیوں کا ذکر کیا پھر چل پڑا اور مدینہ منورہ آ گیا وہاں وہ بنو جہینہ کے ایک شخص کے ہاں ٹھہرا جس کے ساتھ اس کی جان پہچان تھی، وہ آدمی اسے صبح سویرے نماز کے وقت بارگاہ رسالت میں لے آیا، جب حضور لوگوں کو نماز پڑھا چکے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ رسول اللہ ہیں اٹھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، چنانچہ اس نے اٹھ کر اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس میں دے دیا، رسول اللہ ﷺ اس کو پہچانتے نہ تھے، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ سے امان کی بھیک مانگتا ہے، اگر میں اس کو لے آؤں تو کیا آپ اس کی توبہ اور دعویٰ اسلام قبول فرمالیں گے؟ فرمایا «ہاں» تو اس نے کہا، یا رسول اللہ میں کعب بن زہیر ہوں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

مجھے عاصم بن عمر نے بتایا کہ جب کعب نے کہا «یا رسول اللہ میں کعب ہوں» تو ایک انصاری صحابی اس پر جھپٹ پڑا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس دشمن خدا کا سر قلم کر دوں، حضور نے فرمایا جانے دو یہ تائب ہو کر کفر سے نکل آیا ہے، اس پر انصاری کے اس طرزِ عمل پر کعب کو غصہ آیا اس نے اپنے قصیدے میں مہاجرین کی تعریف کی (مگر انصار کا ذکر نہ کیا) کیونکہ مہاجرین کا ہر فرد اس کے حق میں کلمہ خیر کہتا تھا، پھر ابن

اسحاق نے کعب کے مشہور قصیدہ »بانت سعاد" کے اشعار پڑھے جس میں یہ اشعار بھی شامل تھے۔

انْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِي وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ مَأْمُولُ.

مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی علیم نے مجھے دھمکی دی لیکن بارگاہ رسالت میں عفو و درگزر کی امید ہے۔

مَهْلًا هَدَاكَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَافِلَةَ الْفُرْقَانِ فِيهِ مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ.

یارسول اللہ! ذرا ٹھہریئے آپ کو اس ذات نے ہدایت دی جس نے آپ کو فرقان یعنی قرآن عطا فرمایا جس میں نصیحتیں اور احکام کی تفصیل ہے۔

لَا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ وَلَمْ أُذْنِبْ وَلَوْ كَثُرَتْ فِيَّ الْأَقَاوِيلُ.

چغل خوروں کی بات پر میری گرفت نہ فرمایئے خواہ وہ کتنی ہی باتیں میرے متعلق کیوں نہ کریں کیونکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا،

ایک اور روایت میں ہے کہ جب کعب کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے رکھا ہے تو مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور مسجد نبوی میں آ کر قصیدہ پڑھا، تو اسے بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ان لوگوں کا خون مباح قرار دیا ہے جنہوں نے ہجو گوئی کی اور آپ کو اذیت دی یہاں تک کہ ان میں کچھ بھاگ کر نجران چلے گئے۔ بعد ازاں ابن زبعری مسلمان اور تائب ہو کر واپس آ گیا، جبکہ ہبیرہ نجران ہی میں قیام پذیر رہا تا آنکہ حالت کفر و شرک ہی پر مر گیا، نبی اکرم ﷺ نے ہجو گوئی کی وجہ سے کعب کا خون بھی رائیگاں ٹھہرایا مگر اس کی ہجو زیادہ بلیغ نہ تھی، اس کی ہجو گوئی کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام میں طعن کرے اور اس میں عیب نکالے اور حضور کے پیغام پر نکتہ چینی کرے پھر قابو میں آنے سے پہلے ہی تائب ہو گیا اور مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا وہ حربی تھا اس کے باوجود اس نے عفو و درگزر کی درخواست کی اور کہا:

لا تاخذنی باقوال الوشاۃ ولم اذنب

چغل خوروں کی باتوں پر میری گرفت نہ فرمایئے کیونکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔

گستاخ رسول (ﷺ) کی سزائے قتل کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ بڑے اہتمام کے ساتھ اس شخص کے قتل کی طرف توجہ دیتے تھے جو آپ کی ہجو گوئی کرتا، آپ ﷺ فرماتے:

مَنْ يَكْفِينِي عُدُوّي

میرے دشمن کے معاملہ میں کون میری کفایت کرتا ہے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 153۔

اٹھارویں دلیل

گستاخ مشرک

سعد بن یحییٰ بن سعید اموی اپنی مغازی میں لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیں، تو آپ نے فرمایا

مَنْ یَکْفِینِی عُدُوی

میرے اس دشمن کو کون ٹھکانے لگاتا ہے؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں بعد ازاں حضور اکرم ﷺ نے اس کا چھینا ہوا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 155

انیسویں دلیل

گستاخ رسول باپ کا انجام

ابو اسحاق فزاری اپنی سیرت کی مشہور کتاب میں بحوالہ حضرت سفیان ثوری نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ملاقات میرے باپ سے ہوئی وہ مشرکین کے ایک گروہ میں تھا، میں نے سنا کہ

> وہ آپ کی شان میں ہرزہ سرائی کر رہا ہے تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور نیزے کی نوک سے اسے قتل کر ڈالا مگر یہ بات حضور کی طبعِ نازک پر گراں نہ گزاری۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 155۔

بیسویں دلیل

گمنام محافظِ ناموس رسول ﷺ

اس روایت کو اموی اور دیگر مورخین نے بھی اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابو اسحاق فزاری ہی امام اوزاعی سے اور وہ حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ

> نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب مشرکین کے مقابلہ میں صفیں ترتیب دیں تو ایک شخص نے مشرکین کی صفوں سے نکل کر نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں، پس لشکر اسلام میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور میری ماں فلاں عورت ہے تو مجھے اور میری ماں کو گالیاں دے لے مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی سے باز رہ، اس سے وہ اور زیادہ برانگیختہ ہوا اور ہرزہ سرائی کا اعادہ کیا، اس مسلمان نے بھی دوبارہ یہی کلمات دہرائے، پھر تیسری بار کہا "اگر تو نے اب کی بار بکواس کی تو اپنی تلوار سے تجھ کو چلتا کروں گا۔"

اس نے پھر بیہودہ گوئی کی تو اس مردِ مجاہد نے اس پر حملہ کر دیا وہ پیٹھ دے کر بھاگا یہ اس کے تعاقب میں تھا یہاں تک کہ مشرکوں کی صفیں چیرتے ہوئے اسے تلوار سے زخمی کر دیا، بعد میں مشرکوں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا، یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا،

اَعَجِبْتُمْ مِنْ رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

کیا تمہیں اس مجاہد کے طرزِ عمل پر حیرانی ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نصرت و

حمایت کی۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 155

اکیسویں دلیل

گستاخ جنوں کا انجام

ہجرت سے پہلے اور اذن جہاد ملنے سے قبل ایمان لانے والے جن کافر گستاخ جنوں کو قتل کر دیتے تھے جبکہ نبی اکرم ﷺ ان کی تصویب فرماتے اور ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔

بعد بن یحییٰ اموی اپنی مغازی میں فرماتے ہیں

مجھے میرے چچا محمد بن سعید نے بتایا انہوں نے بحوالہ محمد بن منکدر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک ہاتف جن نے کوہِ ابوقبیس پر پکار کر کہا۔

قبحَ اللهُ رَأْيَكُمُ الَ فَهْرٍ ما ادق العقول والاحلام

اے آل فہر! اللہ تعالیٰ تمہاری رائے کو نامراد اور رسوا کرے تم کسی قدر احمق اور کم عقل ہو۔

حِينَ تُغْضِي لِمَنْ يَعِيبُ عَلَيْهَا دينَ أَبْهَائِهَا الْحُمَاةِ الْكِرَامِ

جب وہ اپنے معزز آباؤ اجداد کے دین پر عیب لگانے والے کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

حَالَفَ الْجِنُّ جِنَّ بُصْرِى عَلَيْكُمْ وَرِجَالَ النَّخِيلِ وَالْأَطَامِ

اس (عیب لگانے والے) نے تمہارے خلاف بصریٰ کے جنوں اور نخلستان اور ٹیلوں کے لوگوں سے عہد کر لیا ہے۔

يُوشِكُ الْخَيْلُ أَنْ تَرَوْهَا نَهَارًا تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِي حرام تهام

قریب ہے کہ (اس کا) لشکر تم دن کے اجالے میں دیکھو جو حرم تہامہ کی حدود میں لوگوں کو قتل کرے گا۔

هَلْ كَرِيمٌ مِنْكُمْ لَهُ نَفْسُ حُرٍّ مَاجِدُ الْجَسَدَتَيْنِ وَالْأَعْمَامِ

کیا تم میں کوئی معزز گھرانے کا آزاد مرد ہے؟

ضَارِبًا ضَرْبَةً تَكُونُ نَكَالًا وَرَوَاحًا مِنْ كُرْبَةٍ وَأَغْنِنَام

جو ایک کاری، عبرت انگیز ضرب لگائے اور رنج وغم سے چھٹکارا دے۔

ہاتف کی یہ آواز وادی مکہ میں گونج اٹھی اہلِ مکہ ان اشعار کو پڑھ پڑھ کر سنانے لگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ مسعر نامی شیطان ہے جو بتوں کے متعلق لوگوں سے کلام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے رسواء کرنے والا ہے چنانچہ تین دن کے بعد پہاڑ سے ایک ہاتف کی آواز آئی۔

نَحْنُ قَتَلْنَا فِي ثَلَاثٍ مِسْعَرًا

ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر دیا

إِذْ سَفَهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا

کیونکہ اس نے حق کا مذاق اڑایا اور بری رسم ڈالی۔

قَنَّعْتُهُ سَيْفًا حُساماً مُبْتَرَا

اپنے پاک نبی کی شان میں ہرزہ سرائی کرنے کی پاداش میں

بِشَمِهِ نَبِيُّنَا الْمُطَهَّرَا

کاٹ ڈالنے والی تلوار کے ذریعے میں نے ختم کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ عفریت جن ہے جسے سمجھ کہتے ہیں میں نے اس کا نام عبد اللہ رکھا ہے یہ مجھ پر ایمان لایا ہے، اس نے مجھے خبر دی کہ یہ کئی دنوں سے گستاخ مسعر کی تلاش میں تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا اللہ تعالی اسے بہتر جزا دے۔ (1)

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 156۔

بائیسویں دلیل

غیرت قبیلہ خزرج

ابن اسحاق بحوالہ امام زہری، عبد اللہ بن کعب نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے جو اسباب مہیا فرمائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ انصار کے دونوں قبیلے، اوس و خزرج، بارگاہ رسالت میں سرخروئی کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے، ایک گروہ کوئی کارنامہ سرانجام دیتا تو دوسرا بھی پیچھے نہ رہتا، وہ کہتے دوسرا اگر وہ اس فضیلت میں ہم سے بازی نہ لے جائے چنانچہ جب بنو اوس نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تو خزرج نے سوچ بچار کیا کہ اس وقت رسول دشمنی میں کون شخص کعب کا ہم پایہ ہے؟

پھر اس بات پر اتفاق کیا کہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کا شدید ترین دشمن خیبر کا یہودی ابنِ ابی الحقیق ہے چنانچہ اہل خزرج نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تو حضور نے اجازت عطا فرمائی۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 157۔

تئیسویں دلیل

ابن ابی الحقیق یہودی

جن لوگوں کو اس لیے قتل کیا گیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اذیت دی ان میں ایک ابو رافع بن ابی الحقیق یہودی تھا علماء کے نزدیک اس کا قصہ بہت مشہور ہے، ہم موضع دلالت میں اسے بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کچھ انصاری مردوں کو ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا، اور عبد اللہ بن عتیک کو اس مہم کا امیر بنایا، یہ ابو رافع یہودی نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا اور آپ کے مقابلہ میں کفار مکہ کی امداد کرتا تھا، اس کا سرزمین حجاز میں قلعہ تھا، جب یہ لوگ قلعہ کے پاس پہنچے سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ رہے تھے، حضرت عبد اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم یہاں ٹھہرو میں جاتا ہوں اور دربان کو بہلا پھسلا کر اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔"

پھر دروازے کے پاس پہنچ کر اوپر کپڑا اوڑھ لیا جیسے رفع حاجت میں مشغول ہو، اس وقت لوگ قلعہ میں داخل ہو چکے تھے، دربان نے پکار کر کہا اللہ کے بندے! اگر تو قلعہ میں آنا چاہتا ہے تو جلدی کر، میں دروازہ بند کرنے والا ہوں؟ عبد اللہ بیان کرتے ہیں میں قلعہ میں داخل ہو گیا اور اندر چھپ کر بیٹھ گیا، دربان نے دروازہ بند کیا پھر چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیں (بعد ازاں جب وہ غافل ہوا تو) میں نے اٹھ کر چابیاں لیں اور دروازہ کھول دیا۔

ابو رافع قلعہ کے بلند ترین کمرے میں رہتا تھا اور رات کو اس کے ہاں گپ شپ کی محفل جمتی تھی جب سب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف اوپر چڑھا، اور جو کمرہ بھی کھولتا اسے اندر سے بند کر دیتا تا کہ اس کے قلعہ والوں کو میرے متعلق خبر ہو تو میری طرف نہ آسکیں یہاں تک کہ میں اس کا کام تمام کر دوں، میں اس کے پاس پہنچا وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل و عیال کے درمیان تھا، مجھے پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہے میں نے کہا

اے ابا رافع! اس نے کہا، کون ہے؟ تو میں آواز کی طرف لپکا اور تلوار کا وار کیا، اس وقت مجھ پر ایک دہشت کی طاری تھی، میں اس کا کام تمام نہ کر سکا، وہ چلایا تو میں کمرے سے باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد اس کے پاس لوٹا اور پوچھا:

اے ابا رافع یہ کیسی آواز تھی؟ کہنے لگا تیری ماں روئے، ایک شخص کمرے میں ہے اس نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے، عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر اسے پھر تلوار کا نشانہ بنایا، اور تلوار کی نوک اس کے سینے پر رکھ کر زور دیا یہاں تک کہ وہ پشت کی جانب سے نکل گئی، اب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے پھر ایک ایک دروازہ کھول کر باہر نکلا جب سیڑھی پر پہنچا اور اپنا پاؤں اس پر رکھا اور خیال کیا کہ پاؤں زمین پر پہنچ گیا ہے، میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے عمامہ سے باندھا اور چل کر دروازے پر آیا اور وہاں بیٹھ گیا میں نے کہا، کہ اس وقت تک باہر نہ نکلوں گا جب تک اس کے قتل ہونے کی پوری تصدیق نہیں ہوتی، صبح سویرے جب مرغ کی بانگ ہوئی تو ایک منادی نے پکار کر کہا لوگو! حجاز کا تاجر ابو رافع فوت ہو گیا ہے

> ”تو میں چل کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا، بچ نکلو، اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے، پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا» اپنا پاؤں آگے کرو“

میں نے پاؤں دراز کیا تو آپ ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا، اس کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ تکلیف کبھی ہوئی ہی نہ تھی اس واقع کو امام بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

حکم:

یہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ جو کافر نبی اکرم ﷺ کو گالی دیتا اور اذیت پہنچاتا تھا حضور اس کے قتل کا قصد کرتے اور اس کام کے لیے لوگوں کو آمادہ فرماتے تھے، یہی طرز عمل صحابہ کرام کا تھا۔ دیگر غیر معاہد حربی کافر کے قتل سے اجتناب کرتے، بلکہ انہیں امان عطا فرماتے اور بغیر عہد ذمہ کے بھی ان پر احسان کرتے تھے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 173۔

چوبیسویں دلیل

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی سزا

حدیث کی ایک اور سلسلہ سند سے شاہد روایت بھی ہے جسے معافی بن زکریا جریری نے روایت کیا، کتاب الجلیس میں ہے ابن السائب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم جانتے ہو کہ حدیث مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ الی آخرہ کی تاویل کیا ہے؟

ایک شخص ایک عورت سے عشق کرتا تھا، ایک شام اس کے اہلِ خانہ کے پاس آیا اور کہا مجھے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ جس گھر میں چاہوں مہمان بن کر رہوں اور پھر رات بسر کرنے کا انتظار کرنے لگا، ان لوگوں نے ایک شخص کو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجا اور اس نے جا کر عرض کیا:

یارسول اللہ ایک شخص دعوی کرتا ہے کہ آپ نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ ہمارے گھروں میں جس میں چاہے رات بسر کرے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سن کر فرمایا اس نے جھوٹ بکا ہے:

> ”اے فلاں اس کے ساتھ جا اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس پر قدرت دے تو اس کی گردن مار کر اسے آگ میں جلا دے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا کام تمام ہو چکا ہے“ چنانچہ جب وہ ایلچی روانہ ہوا تو حضور نے فرمایا ”اسے بلاؤ“

پھر فرمایا میں نے تجھے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا کر اس کو جلا دے، پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس پر قدرت دے تو اس کی گردن اڑا دینا مگر اسے جلانا نہیں، کیونکہ آگ کا عذاب دینا آگ کے پروردگار کا کام ہے، لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری کفایت ہو چکی ہے اور اس کا کام نبڑ چکا ہے، رات کے وقت آسمان پر تاریک بادل تھے وہ وضو کے لیے نکلا تو اسے سانپ نے ڈس لیا (اور وہ مر گیا) جب نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا» وہ جہنم میں ہے۔

ابو بکر بن مردویہ بحوالہ ابوسلمہ نقل کرتے ہیں حضرت اسامہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَقُولُ عَلَى مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو میرے ذمے ایسی بات لگائے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اس ارشاد کا باعث یہ ہوا کہ آپ نے ایک شخص بھیجا تو اس نے آپ پر جھوٹ باندھا پھر وہ مردہ حالت میں پایا گیا اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور زمین اسے قبول نہیں کرتی تھی۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 181۔

پچیسویں دلیل

اذیت رسول ﷺ کی پاداش میں قتل ہونے والا

نبی اکرم ﷺ نے ایک بدو کو عطا فرمایا تو اس نے کہا

مَا أَحْسَنْتَ وَلَا أَجْمَلَ

تو اس گستاخانہ کلام کی وجہ سے مسلمانوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

بعد ازاں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ تَرَكْتُمْ حِيْنَ قَالَ الرَّجُلُ مَا قَالَ فَقَتَلْتُمُوْهُ، دَخَلَ النَّارَ

اگر میں تم کو اس کے گستاخانہ طرزِ عمل پر اس کے قتل کی اجازت دے دیتا اور تم اس کو قتل کر دیتے تو وہ جہنم میں جاتا۔

حکم :

اس کا ذکر عنقریب ان احادیث کے ضمن میں آرہا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے عفو و درگزر کے متعلق وارد ہیں ، زیرِ نظر حدیث دلالت کرتی ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دے پھر اس کی پاداش میں قتل ہو جائے تو جہنم میں جائے گا، یہ اس کے کفر اور اس کے جواز قتل کی دلیل ہے اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ اس جرم کی وجہ سے کافر نہ ہو اور اس کا قتل بھی ناجائز ہو تو اس صورت میں تو وہ شہید قرار پائے گا اور اس کا قاتل جہنمی ہو گا (جو کہ بداہتاً غلط اور باطل ہے) اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو معاف کر دیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو منانے کی کوشش کی یہاں تک کہ حضور اس سے راضی ہو گئے اور ایسے مجرموں کو معاف کر دینا آپ کا حق اور اختیار تھا۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ربیع

چھبیسویں دلیل

غزوہ حنین کی غنیمتوں کی تقسیم

نبی اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا:

إِنَّ هَذِهِ لَقِسْمَةٌ مَّا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰه.

اس تقسیم میں رضائے خداوندی کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے اس منافق کی گردن اڑادوں حضور نے فرمایا، اللہ کی پناہ میں نہیں پسند کرتا کہ لوگ کہیں محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اس کے بعد پیش گوئی فرمائی "اس بدبخت کی نسل سے ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے، مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اس حدیث خوارج کو امام مسلم نے روایت کیا۔[1]

(1) ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 183۔

ستائیسویں دلیل

مال عزیٰ کی تقسیم

سعید بن یحیٰ اموی مغازی میں لکھتے ہیں

مجالد بن سعید امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو عزیٰ کا قیمتی مال منگوا کر سامنے بکھیر دیا پھر ایک شخص کو بلا کر عطا فرمایا پھر ابو سفیان کو اس میں سے دیا پھر سعد بن حریث کو طلب فرمایا اور عطا کیا بعد ازاں قریش کے ایک گروہ کو اس سے نوازا، آپ ایک ایک شخص کو سونے کے ٹکڑے جو پچاس مثقال اور ستر مثقال کے تھے، دینے لگے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ تبر (سونے) کا حق دار کون ہے؟ پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی کہا تو آپ ﷺ نے رُخ انور پھیر لیا۔ بعد ازاں تیسرے نے کھڑے ہو کر کہا۔

إِنَّكَ لَتَحْكُمَ وَمَا نَرَى عَدَلاً

آپ فیصلہ تو کر رہے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ عادلانہ فیصلہ نہیں۔

آپ نے سن کر فرمایا تیری بربادی پھر تو میرے بعد کوئی بھی عدل کا فیصلہ نہیں کر پائے گا« پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے فرمایا۔

اذْهَبْ فَاقْتُلْهُ

"جاؤ اسے قتل کر دو۔"

آپ اس کو قتل کرنے کے لیے تشریف لے گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا، حضور نے فرمایا اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو امید تھی کہ اس گستاخ گروہ کا پہلا اور آخری آدمی ہوتا۔

حکم:

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے کہ حضور کی شان میں ایسا اعتراض کرنے والے کو توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کر دیا جائے۔

واضح رہے کہ یہ واقعہ غنائم حنین کی تقسیم والا نہیں، نہ ہی اس سونے والا قصہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے بھیجا تھا، بلکہ یہ قصہ اس سے پہلے کا ہے اور مال عزیٰ کی تقسیم کے موقع پر رونما ہوا، اس کی دلیل یہ ہے کہ عزیٰ (بت) کی توڑ پھوڑ کا واقعہ اواخر رمضان سن آٹھ ہجری فتح مکہ سے پہلے کا ہے جبکہ حنین کا مال غنیمت اس کے بعد ذی القعدہ میں جعرانہ کے مقام پر تقسیم ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی دس ہجری کا ہے۔[1]

(1) حوالہ: ابن تیمیہ، امام۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ترجمہ: علامہ پروفیسر محمد اجاز جنجوعہ۔ لاہور: سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری، اپریل 2010ء/ ربیع الثانی 1431ھ۔ صفحہ نمبر 25